Impact of Modernism on Islamic and Western Society

Modernism Developed as a terminology in the west .The Spirit of this terminology is rejection of religion as a source of social norms and reason became the final authority in every field of life .The impacts of this terminology in the European society are as under.

1. Religion lost its control on the Individual and Collective life.
2. Rule of Nationalism over every dimension of life.
3. Ethical Values are neglected.
4. Because of the economical exploitation poverty prevailed in society.

This horrible situation of society provided Islam a Cultural and religious Power in the western society. In this situation developing Islam is being considered a threat to the western society by the European Scholars. They tried to distort the Islam as a Code of life. For this purpose they Criticized the Quran, Rasool-ullah(PBUH) and teachings of the Holy Prophet (PBUH).Out of the Europe they advised their political authorities to support their dummies in the Muslim world so that they should fully Control Muslim political and economical scenario. These efforts have much negative influence in Muslim society, Particularly on Muslim generation who has adopted European Ethical values.

مغربی اور اسلامی تہذیب پر جدیدیت کے اثرات

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر☆

جدیدیت اصل میں مغرب کی ایک اصطلاح ہے جو عام طور پر قدامت یا روایت پسندی کے برعکس معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس کے مفہوم میں مزید کئی پہلو شامل ہوتے گئے۔ روشن خیالی کا تصور بھی اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ مغربی نقطۂ نظر سے جدیدیت کا مفہوم کچھ یوں ہے۔

"The Enlightenment-humanist rejection of tradition and authority in favour of reason and natural science. This is founded upon the assumption of the autonomous individual as the sole source of meaning and truth-the Cartesian cogito[1]

(انسان پرست روشن خیالی کی جانب سے روایت اور اتھارٹی کا عقل اور طبعی سائنس کے حق میں انکار، جس کی بنیاد یہ مفروضہ ہے کہ خودمختار فرد (کی عقل) ہی معنی اور سچائی کا واحد سرچشمہ ہے)۔

ماڈرن ازم کی اس تحریک کو لبرل ازم بھی کہا گیا اس سلسلہ میں چند ایک اقتباسات پیش خدمت ہیں۔ امریکن انسائیکلوپیڈیا میں اس کی تعریف اس انداز میں کی گئی ہیں:

"The term is widely used in Protestanism to describe liberal movements and tendencies, but usually applied to a Roman Catholic movement of late 19th and early 20th century".[2]

(پروٹسٹنٹ ازم میں اس اصطلاح کو وسیع پیمانے پر استعمال کیا گیا ہے۔ لبرل تحریکوں اور رجحانات کو بیان کرنے کے لیے، لیکن عام طور پر انیسویں اور بیسویں صدی میں اس نظریہ کو رومن کیتھولک تحریک کے تناظر میں دیکھا گیا ہے)۔

اسی انسائیکلوپیڈیا میں ماڈرن ازم کی اور اس طرح وضاحت کی گئی ہے:

"Modernism in protestant Churches is not an organised movement but an approach to religion, Somtimes the term is used interchangeabley with liberalism. The modern church union was founded in 1898 for advancement of liberal thought, chiefly in the church of England. It underlook to spread new liberal and scholarly viewes of Bible theology."[3]

☆ ڈائریکٹر سیرت چیئر، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور۔

(ماڈرن ازم، پروٹسٹنٹ چرچ میں ایک باقاعدہ منظم تحریک نہیں بلکہ مذہب کو ایک طرح چیلنج کرتی ہیں۔ بعض اوقات ماڈرن ازم کی اصطلاح کو لبرل ازم کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔ ماڈرن چرچ یونین کی بنیاد ۱۸۹۸ء۔ لبرل ازم کی سوچ کو آگے بڑھانے کے لیے خاص طور پر انگلینڈ کے کلیسا میں میں رکھی گئی اور اس لبرل ازم کو بائبل فلاسفی کے تحت لبرل ازم کا نام دیا گیا۔)

اسی انسائیکلوپیڈیا میں ایک اور جگہ ماڈرن ازم کی وضاحت کچھ ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"The term Modernism is sometime used as the opposite of fundamentalism."(4)

(ماڈرن ازم کی اصطلاح کو بعض اوقات بنیاد پرستی کے متضاد کے طور پر استعمال کیا گیا)۔

انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجین میں ماڈرن ازم کی تعریف کچھ اس انداز میں کی گئی ہے:

"The use of the word Modernism is restricted reference to a movement of a theologically modernizing or liberalizing character in the roman catholic church at the turn of 20th century has already been alluded to britanica".(5)

(بیسویں صدی میں لفظ ماڈرن ازم کو سختی سے رومن کیتھولک چرچز میں لبرل ازم کے طور پر پہنچنے سے روکا گیا جبکہ برطانوی حکومت اس کو پہلے ہی اختیار کر چکی تھی)۔

ماڈرن سوسائٹی کے لئے صنعت وحرفت کو لازمی قرار دیا گیا۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا میں اس کو اس انداز میں پیش کیا گیا:

"A society is, first of all to modernize to Industrialize it. Modern society is industrial society".(6)

(سوسائٹی نے سب سے پہلے ماڈرن ازم کو صنعت شمار کیا ہے اور اس طرح ماڈرن سوسائٹی ایک صنعتی سوسائٹی کے طور پر سامنے آئی)۔

"Funk and Wagnalls New Encyclopaedia" میں ماڈرن ازم کی تعریف کچھ اس طرح سے لکھی ہوئی ہے:

"The term modernism took on a more restricted meaning. It began to be applied to any rejection of traditional doctrine. At the same time a movement called fundamentalism developed among conservative member of various protestent denominations in opposition to Modernist tendencies".(7)

(ماڈرن ازم کے معنی مزید محدود مراد لیے گئے ہیں۔ یہ اصطلاح کسی بھی روایتی نظریہ کے خلاف استعمال ہونا شروع ہوئی۔ اس دوران ماڈرن ازم کے پرانے خیالات کے حاملین کے درمیان تحریک ابھری جسے بنیاد پرستی کا نام دیا گیا)۔

ان تمام تعریفوں نے یہ بات ثابت کردی کہ مغرب میں جدیدیت نے مذہب کی جگہ لے لی ہے۔اب میں جدیدیت کی حقیقت اور اس کا تاریخی پس منظر اور اس نئی تہذیب نے اسلام اور خود مغربی تہذیب پر کیا اثرات مرتب کیے مختصر مگر جامع تذکرہ بھی کروں گا۔

جدیدیت:

یورپ میں جب نئی زندگی کا سورج طلوع ہورہا تھا۔اس کا شروع میں ہی دور متوسط کے عیسائی مذہب سے تصادم ہوگیا اور اس تصادم نے پوری دنیا کے نقشہ کو بدل ڈالا۔ بنیاد پرست عیسائیوں نے اپنے مذہبی عقائد اور بائبل کے تصور کائنات و انسان کی پوری عمارت یونانی فلسفہ و سائنس کے نظریات، دلائل اور معلومات پر تعمیر کررکھی تھی۔اس کے برعکس جو لوگ نشاۃ جدیدۃ کی تحریک اور اس کے محرکات کے زیر اثر تنقید، تحقیق اور دریافت کا کام کررہے تھے۔انہیں قدم قدم پر اس فلسفہ و سائنس کی کمزوریاں معلوم ہورہی تھیں۔جن کے سہارے عقائد و کلام کا پورا نظام کھڑا ہوا تھا۔وقت گزرنے کے ساتھ جدت پسند لوگوں نے اپنی تحریک کو پرجوش بنانے کے لیے عوام کی Brain Washing شروع کی تو دوسری طرف اہل کلیسا اپنے مذہبی اور سیاسی اقتدار کے بل بوتے پر روز بروز زیادہ سختی کے ساتھ ان کی راہ روکنے کی کوشش کرتے تھے۔ان بانیان نے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔

ان سب عوامل نے مل کر کلیسا کے استبداد کے خلاف شدید ردعمل پیدا کیا اور جدیدیت کی تحریک شروع ہوئی۔چونکہ اس تحریک سے قبل یورپ میں شدید درجہ کی دقیانوسیت اور روایت پرستی کا دور دورہ تھا۔اس لیے اس تحریک نے پورے عہدِ وسطیٰ کو تاریکی کا دور قرار دیا۔مذہبی عصبیتوں، روایت پسند اور تنگ نظری کے خاتمہ کو اپنا اصل ہدف بنایا۔شدید ردعمل نے اس تحریک کو دوسری انتہا پر پہنچا دیا اور روایت پرستی اور عصبیت کے خلاف جدوجہد کرتے ہوئے اس تحریک نے مذہب اور مذہبی معتقدات کی مخالفت بڑے وسیع پیمانے پر شروع کردی۔ (۸)

فلسفہ جدیدیت اور مذہب:

اس نئی تہذیب کی بنیاد مذہب کی نفی اور مادیت پرستی پر تھی۔مغرب کے فکری رہنما محسوسات سے ماوراء کسی غیبی حقیقت کو ماننے کے لیے نہ تو تیار ہی تھے اور نہ وحی و الہام، غیبی حقائق کو جاننے اور ٹھیک ٹھیک سمجھنے کا اور کوئی ذریعہ سمجھتے تھے۔اس چیز نے یورپین فلاسفہ کو ظاہر پرست بنا کر رکھ دیا۔اختصار سے یوں کہا جاسکتا ہے۔

ا۔ انہوں نے سمجھا کہ انسان ایک قسم کا حیوان ہے جو اس زمین پر پایا جاتا ہے۔وہ نہ کسی کا تابع ہے نہ کسی کے آگے جواب دہ ہے اس کو کہیں اور سے ہدایت نہیں ملتی۔اسے اپنی ہدایت خود لینی ہوتی ہے۔اور اس ہدایت کا اگر کوئی ماخذ ہے تو قوانین طبعی ہیں، یا حیوانی زندگی کی معلومات یا پھر پچھلی زندگی کے تجربات یا پھر خود پچھلی انسانی تاریخ کے تجربات۔

۲۔ انہوں نے سمجھا کہ زندگی جو کچھ ہے بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔اسی کی کامیابی اور خوش حالی عین مطلوب ہے۔

۳۔ ان فلاسفہ کے ہاں انسانی زندگی کا مقصد اپنی طبیعت کے تقاضوں کو پورا کرنے اور اپنے نفس کی خواہشوں کو حاصل کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

۴۔ فلاسفہ نے انہی چیزوں کی حقیقت کو مانا جن کو ناپا یا تولا جا سکے۔یا جن کا وزن وقد کسی طرح کی پیائش قبول کر سکے، جو چیزیں اس نوعیت کی نہیں ہیں وہ بے حقیقت اور بے قدر ہیں ان کے پیچھے پڑنا وقت ضائع کرنا ہے۔[۹]

ان تمام افکار کو مغربی تہذیب وتمدن نے اپنے اندر جذب کیا اور جو ایک عام مغربی کے ذہن میں اور اس سے اثر لینے والے ایک عام انسان کے ذہن میں پیوست ہوئے۔جدیدیت کی اس تحریک نے مغرب کے معاشرے پر جو اثرات مرتب کیے ذیل میں ہم ان کا ذکر کریں گے۔لیکن اس سے پہلے ایک نظر نشاۃ ثانیہ سے قبل یورپ پر مسلم تہذیب کے اثرات پر۔

نشاۃ ثانیہ سے قبل یورپ پر مسلم تہذیب کے اثرات:

یورپ کے عیسائی کلیسا سے آزادی کی بڑی وجہ عربوں کی ثقافت اور ان کے افکار کے اثرات تھے جو صدیوں سے مغرب پر پڑ رہے تھے۔

قرون وسطیٰ میں عربوں نے یونان اور یونانی علوم پر مکمل دسترس حاصل کی اس دور میں یورپ میں علوم جامد رہے، توہم پرستی غالب رہی، پیداواری قوتوں کو استعمال نہیں کیا گیا، سماجی زندگی اتنی خام تھی کہ اس کا تصور آج نہیں کیا جا سکتا۔اس مرحلہ پر عالم اسلام کی ثقافتی یلغار شروع ہوئی۔سب سے پہلے مشرق میں صلیبی جنگی مہمات کے اثرات، مغرب میں مسلم اسپین اور سسلی میں شاندار علمی کامیابیوں اور مشرق سے جنیوا اور وینس کے ساتھ بڑھتے ہوئے تجارتی تعلقات نے یورپ کی تہذیب کی دہلیز پر قدم رکھا۔یورپی دانش وروں اور مفکروں کے سامنے اس تہذیب نے ایسے نئے جوہر دکھائے جس سے ان کی نگاہیں خیرہ ہوگئیں ان کے نزدیک یہ نئی تہذیب ترقی کی راہ پر رواں دواں پر جوش زندگی سے بھرپور اور ثقافتی دولت سے مالا مال تھی، جس کو یورپ بہت پہلے کھو چکا تھا اور بھول بھی چکا تھا۔عربوں نے یونانی علوم کے ساتھ سائنسی علوم میں مکمل مہارت حاصل کی اور ہر روز نئی دریافتیں سامنے لائے۔پھر ان سائنسی دریافتوں کو مختلف راستوں سے مغربی دنیا میں منتقل کیا اور یہ بات کہنا بالکل مبالغہ آرائی نہیں ہوگی کہ ہم آج جس سائنسی دنیا میں رہ رہے ہیں اس نے عیسائی یورپ میں آنکھ نہیں کھولی بلکہ دمشق، بغداد، قاہرہ، نیشاپور اور سمرقند کے اسلامی مراکز میں پیدا ہوئی۔اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی تہذیب کے یورپ پر بڑے گہرے اثرات ہوئے جس سے یورپ کے آسمانوں پر نئی روشنی نمودار ہوئی اور یہی وہ مسلم تہذیب ہے جس نے مغرب میں ترقی کی نئی روح پھونک دی۔[۱۰]

مغرب کو قرآن وحدیث میں موجود سائنسی اصولوں نے بہت حد تک متاثر کیا۔اس کی اصل وجہ بائبل میں موجود سائنسی اصولوں کا فطرت سے متصادم ہونا تھا۔اپنی اس جدید تہذیب کی عمارت بنانے میں انہوں نے اہم اور اچھے اصول اسلام سے لیے

مثال کے طور پر اگر آپ امریکہ میں جائیں اور آپ کو کسی چیز کی ضرورت کے لیے ڈیپارٹمنٹل سٹور جانا پڑے تو اس چیز کے خریدنے کے بعد آپ کو خیال آئے کہ متعلقہ چیز کا میرے لیے کوئی مصرف نہیں تو آپ اس چیز کو لوٹا سکتے ہیں یہی چیز انہوں نے اسلام سے حاصل کی مثال کے طور پر حضور نے اُن تاجروں کو جنت کی بشارت دی جنہوں نے اپنے بھائی کی خریدی ہوئی چیز کو واپس کر دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرون وسطیٰ میں مغرب مسلم تہذیب سے کافی متاثر ہوا۔ (۱۱)

بیسویں صدی میں مغربی ممالک کا ایک ہی نصب العین تھا کہ روایت پسندی کی مخالفت کرنا اور جدیدیت کی ترویج واشاعت آزادی اظہار رائے، جمہوریت، مساوات مرد وزن، سائنسی طرز فکر، سیکولرازم وغیرہ جیسی قدروں کو دنیا بھر میں عام کرنے کی کوشش کی گئی جبکہ دوسری طرف مغرب میں سرمایہ دارانہ اور کمیونسٹ طرز کے معاشی نظریات کا پرچار ہوا۔ لیکن سیاسی، سماجی اور نظریاتی سطح پر جدیدیت کے افکار پورے مغرب پر حاوی رہے۔ اور انہی افکار کی دنیا بھر میں اشاعت اور نفاذ کے لیے ترسیل کی Implementation کے لیے انہوں نے تمام مغلوب وکمزور ممالک میں ایسے پٹھو حکمرانوں کو بٹھایا جنہوں نے عوام کی مرضی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ان تمام افکار کو رائج کیا۔ اس ساری تحریک کا اوّل ہدف اسلامی تہذیب وروایات کو سمجھا گیا۔ ترکی، تیونس اور سابق سویت یونین میں شامل وسط ایشیاء کے علاقوں میں تو سیکولرزم اور مذہبی روایات سے مقابلہ کے لیے ایک سخت ظالمانہ اور استبدادی نظام قائم کیا گیا۔

:Globalization

جدیدیت کے بطن سے گلوبل ویلیج کے تصور نے مغرب میں پذیرائی حاصل کی۔ ترقی یافتہ اقوام کے اندر اقوام عالم کی قیادت کرنے کی تحریک پیدا ہوئی اور اس تصور نے انسانی معاشرے اور تہذیب پر بہت منفی اثرات ڈالے۔ س کی وجہ یہ تھی کہ Global Village کے تصور کے تحت Super Power دنیا میں نئے عالمی نظام کا نفاذ چاہتی ہیں جو سراسر انہی کے مفادات اور توسیع پسندانہ عزائم کی عکاسی کرتا ہے۔ اس نئے عالمی نظام میں کمزور اور چھوٹی اقوام کی بقاء وضمانت کی کوئی بات بھی نہیں تھی۔

یورپی مفکرین نے جہاں دوسرے نظاموں کے ذریعے تہذیب پر اثرات ڈالے وہاں اس نظریہ نے تہذیب وتمدن کے مفہوم میں بہت سی تبدیلیاں کی ہیں۔ اور تہذیب کے نام پر ایک ایسے طرز معاشرت کو پروان چڑھایا ہے جو معاشرے کے حقیقی اخلاق رواداریوں اور قدروں کے لیے انتہائی خطرناک اور مہلک ہے، مغربی مفکرین نے اس طرز معاشرت کو تحفظ دینے کے لیے اقوام عالم کے سامنے Global Village یا Globalization کا تصور بھی پیش کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ جدید ٹیکنالوجی اور تیز ترین ذرائع ابلاغ "Electronic Media" کی بدولت پوری دنیا سمٹ کر ایک دوسرے کے انتہائی قریب آچکی ہے۔ لہذا تمام اقوام عالم کو اپنے تمام تر نظریاتی روحانی نظریات، جغرافیائی اور مادی اختلافات بالائے طاق رکھتے ہوئے ایک قوم اور ایک ریاست کی شکل میں کسی ایک حکومت کے زیر فرمان دینا چاہیے اور اس حکومت کا اختیار یقیناً اس قوم کو حاصل ہوگا۔ جو سائنس اور ٹیکنالوجی میں دوسروں

سے آگے اور سیاسی اور معاشی طور پر ان سے زیادہ مضبوط ہوگی۔ نیز اقوام عالم کے مسائل جنگوں یا تصادم سے نہیں بلکہ dialogue یا مکالمے یعنی مذاکرات سے حل ہوں گے۔

جدیدیت کے مغربی تہذیب پر اثرات:

جدیدیت کے اس بڑھتے ہوئے طوفان نے مغرب میں درج ذیل شعبوں کو بڑی حد تک نقصان پہنچایا۔

مذہب پر اثر:

اس تحریک نے مذہبی محاذ پر الحاد اور تشکیک کو جنم دیا۔ والٹیئر جیسے الحاد کے علم برداروں نے مذہب کا کلیتاً انکار کر دیا۔ مذہب کو سیاست معیشت، اخلاق، قانون، علم وفن غرض اجتماعی زندگیکے ہر شعبہ سے الگ کر کے رکھ دیا اور مذہب کو ایک شخصی معاملہ قرار دیا۔ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ اس نام نہاد تہذیب کی رگ رگ میں لادینیت پیوست ہوگئی۔ علوم وفنون اور ادب کا جو بھی ارتقاء ہوا اسکی جڑ میں وہ ضد برابر موجود رہی جو علمی بیداری کے آغاز میں مذہب اور اس سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کے خلاف پیدا ہو چکی تھی۔ (۱۲)

جدت پسندی اور روشن خیالی کی اس تحریک نے مغرب کا رخ مادیت پرستی کی طرف موڑ کر رکھ دیا۔ خیالات، نقطہ نظر، نفسیات و ذہنیت، اخلاق و اجتماع، علم و ادب، حکومت وسیاست، اور یوں کہنا بے جانہ ہوگا کہ مادیت نے زندگی کے تمام شعبوں پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔

''مغربی تہذیب صاف صاف پر زور طریقہ پر خدا کا انکار نہیں کرتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے ذہنی نظام میں خدا کی کوئی جگہ نہیں ہے او اسکے ماننے میں وہ کوئی فائدہ محسوس کرتی ہے اور نہ اسکی ضرورت سمجھتی ہے۔'' (۱۳)

جدت پسندی کی اس تحریک نے مغرب کو خدا سے غافل کر دیا اس تہذیب کے ماننے والوں نے مشکل کے اوقات میں بھی خدا کو یاد کرنا چھوڑ دیا۔ اسی سلسلہ میں ایک اقتباس پیش نظر ہے

''لندن کی ایک رات'' کے عنوان سے ایک ہندوستانی ۴۰۔۱۹۴۱ کے حملوں کے بارے میں اپنیت اثرات کچھ اسطرح لکھتا ہے؛

''دشمن کے ہوائی جہازرات دن حملہ کرتے سائرن بجنے کے باوجود بھی سینما گھروں میں فلمیں اور ناچ خانوں میں گانے جاری رہتے اور کسی پر خوف طاری نہ ہوتا۔'' (۱۴)

سیاست پر اثر:

جدیدیت کی اس تحریک نے (Sovereignity) کا نعرہ بلند کیا۔ آزادی فکر، آزادی اظہار اور حقوق انسانی کے تصورات عام کیے۔ جو سیاسی نظام قائم کیا گیا مغربی آقاؤں کی رہنمائی میں پروان چڑھا۔ اس کی بنیاد تین اصولوں پر قائم کی گئی تھی۔ ایک سیکولرازم یعنی لادینی، دوسرے نیشنلزم، تیسرے ڈیموکریسی یعنی حاکمیت عوام۔

یورپین سیاست دان خود بھی بہت بڑے اخلاقی جرائم میں ملوث رہے ہیں۔اس کی مثال یورپی پارلیمنٹ کے برطانوی رکن ٹام سپنسر ہیں جو امور خارجہ کی کمیٹی کے چیئرمین بھی ہیں۔یہ شخص حشیش سمگل کرنے کے کاروبار میں پکڑا گیا تھا۔اس نے اغلام بازی کا ویڈیو کیسٹ بھی فرانس سے اپنے ملک میں لانے کی کوشش کی اور ائیر پورٹ پران دونوں جرائم کی پاداش میں پانچ سو پچاس پونڈ کی رقم بطور جرمانہ ادا کی۔برطانیہ کی قدامت پرست پارٹی نے اسے اپنی رکنیت سے خارج کر دیا۔پچاس سالہ سپنسر نے شادی شدہ ہونے کے باوجود اغلام بازی کا اعتراف کیا۔اس کی دو جوان بیٹیاں بھی تھیں۔(۱۵)

قوم پرستی کا پرچار:

جدیدیت کی تحریک نے قوم پرستی اور قومی ریاستوں کا تصور بھی عام کیا۔اور جمہوریت انہی افکار کی ہی پیداوار ہے اور یورپ اور شمالی امریکہ کے اکثر ملکوں میں خودمختار جمہوریت کی قومی ریاستیں قائم ہوئیں۔

یورپ میں مسیحیت کے زوال کے ساتھ ساتھ قومیت و وطنیت کو عروج ملتا گیا کہ مغربی فلاسفروں نے مذہب کو ترازو کے ایک پلڑے میں ڈال دیا اور دوسرے حصہ میں قومیت و وطنیت ڈال دی اس صورت حال کا یہ نتیجہ نکلا کہ دین کا پلڑا ہلکا ہوتا گیا جبکہ وطنیت وقومیت کا بھاری۔

مغرب کی قوموں نے اپنے گرد سیاسی مقاصد اور استعمار کے چھوٹے دائروں میں اپنے آپ کو مقید کر کے رکھ دیا اور ان قوموں نے اپنا آپ کو ایک مستقل دنیا فرض کر لیا ان کا نظریہ یہ تھا کہ ان کے باہر دنیا اور انسان کا وجود نہیں پایا جاتا۔انہوں نے خود اپنے آپ کو دین کو ایک مستقل معبود بنالیا۔اس لیے انہوں نے اس کی خاطر جینا اور مرنا شروع کر دیا۔ان تمام مقاصد کی تکمیل کے لیے انہوں نے اس دنیا میں کئی کروڑ انسانوں کا ناجائز خون بہایا۔اس دین قومیت کا عقیدہ اوّلین یہ ہے کہ قوم ہر چیز پر مقدم اور ہر چیز سے بالا و برتر ہے اور انہی کی ہی قوم ہے جو سب سے زیادہ ذکی، شریف، زیادہ طاقت ور، حکومت و سیادت کی اہل غرض یہ کہ اسی عالم ارض میں کوئی دوسری قوم ان کی مثل پائی ہی نہیں جاتی یہ دین قومیت کسی انسان کو کسی ملک میں رہنے کی اس وقت تک اجازت نہیں۔جب تک وہ اس پر ایمان نہ لائے۔(۱۶)

قوم پرستوں کا سب سے بڑا ہدف یہ ہے کہ اس عالم ارض کے تمام رقبہ پر ان کے نظریات اور ان کی قومیت کے اثرات کو غالب کر دیا جائے۔

معیشت پر اثر:

اس تحریک نے سرمایہ دارانہ معیشت اور نئے صنعتی معاشرہ کو جنم دیا جس کی بنیاد آدم اسمتھ کی معاشی فکر تھی۔جو صنعت کاری، آزادانہ معیشت اور کھلے بازار کی پالیسیوں سے عبارت تھی نئے صنعتی معاشرہ میں جب مزدوروں کا استحصال شروع ہوا تو جدیدیت ہی کے بطن سے مارکسی فلسفہ پیدا ہوا، جو ایک ایسے غیر طبقاتی سماج کا تصور پیش کرتا تھا جس میں محنت کش کو بالادستی حاصل ہو۔(۱۷)

یورپ کے نزدیک پوری انسانی تاریخ معاشرتی طبقوں کی باہمی جنگ کی داستان ہے۔ وہ اقتصادی پہلو کے علاوہ انسانی زندگی کے تمام دوسرے پہلوؤں کی اہمیت اور اثر سے انحراف کرتا ہے۔ وہ دین، اخلاق، روح، قلب حتیٰ کہ عقل کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اور ان کے ہاں کسی کو بھی انسان کی تاریخ میں کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں۔ اسی بات کی کارل مارکس (Karal Marx(1883.1818)) بہترین مثال ہے۔ اس کے نزدیک تاریخ کی تمام جنگیں، بغاوتیں وانقلابات محض انتقام تھا جو چھوٹا اور خالی پیٹ ایک بڑھے ہوئے پیٹ سے لینا چاہتا تھا۔ وہ محض ایک جدوجہد تھی جو اقتصادی نظام کی تشکیل جدید اور صنعتی پیداوار کے طریقوں کی تنظیم جدید کے سلسلے میں پیش آئی اور اس بنا پر یہ نتیجہ نکالنا غلط نہ ہوگا کہ مارکس کے نزدیک مذہبی جنگیں اقتصادی طبقات کی باہمی کشمکش کا نتیجہ تھیں۔ ایک جماعت دولت کے ذرائع اور پیداوار کے طریقوں پر قابض ہوگئی تھی اور دوسری اس میں شرکت کرنا اور اپنا واجبی حصہ لینا چاہتی تھی یا ان کی نئے سرے سے تشکیل اور تنظیم کرنا چاہتی تھی۔ پہلی جماعت کی مدافعت کرنے پر وہ جنگیں، شورشیں اور انقلاب واقع ہوئے۔ جن کو تاریخ نے مختلف ناموں سے ذکر کیا ہے۔ یہ یک طرفہ فلسفہ کسی مذہبی جہاد کسی دینی اصلاح، کسی روحانی جدوجہد کو اس کلیہ سے مستثنیٰ کرنے کے لیے تیار نہیں۔ یہ مغرب کا مادی تصوف یورپ کا اقتصادی فلسفہ وحدۃ الوجود ہے۔ (۱۸)

یورپین ممالک میں اس نئے مذہب نے معیشت پر اس قدر اثر ڈالا کہ اس سے بے روزگاری کی شرح کے سابقہ تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ ایک اندازے کے مطابق امریکی لیبر ڈپارٹمنٹ میں گیارہ ستمبر کو واشنگٹن اور نیویارک کے فضائی حملوں کے بعد بے روگاری کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ ہوگیا۔ ان حملوں کے بعد صرف ایک ہفتہ میں اٹھاون سو افراد نے حکومت سے بے روزگاری وظیفہ لینے کا مطالبہ کیا۔ ۲۲ ستمبر تک یہ تعداد چار لاکھ پچاس ہزار (۴،۵۰،۰۰۰) تک پہنچ گئی۔ جو فروری ۱۹۹۲ء کے بعد امریکہ میں بے روزگاری کی شرح میں خطرناک اضافہ ہے۔ اس سے سب سے زیادہ نیویارک شہر متاثر ہوا جہاں سے تقریباً ایک لاکھ افراد کو ملازمت سے فارغ کیا گیا۔ حملوں کے بعد امریکی معیشت مسلسل مندی کی طرف جارہی ہے۔ جس سے یہ خدشہ بڑھ گیا کہ امریکہ میں آئندہ چند سالوں میں معاشی بحران پیدا ہو جائے گا۔ (۱۹)

امریکی معیشت کی ۲۰۰۸ء میں یہ صورت حال ہے کہ بڑے بڑے بینک دیوالیہ ہو چکے ہیں اور کئی ہزار ملازمین اپنی ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔

اخلاقیات پر اثرات:

اس تحریک نے افادیت (Utiliterianism) کا تصور عام کیا جس کا لب لباب یہ تھا کہ اخلاقی قدروں کا تعلق افادیت سے ہے۔ خدا اور آخرت کو نظر انداز کردینے کے بعد ظاہر ہے کہ اخلاق کے لیے مادی قدروں کے سوا کوئی اور بنیاد باقی نہیں رہتی۔ اسی افادیت کے ساتھ لذتیت کے ایک سادہ سے مادہ پرستانہ نظریہ کی آمیزش ہوگئی تھی۔ اسی پر مغرب کے پورے تمدن اور مغربی زندگی کے پورے طرز عمل کی بنا رکھی گئی۔ کتابوں میں افادیت اور لذتیت کی جو تشریحات لکھی گئی ہیں وہ چاہے جو کچھ بھی ہوں مگر مغربی تہذیب

اور سیرت و کردار میں اس کا جو جو ہر جذب ہوا وہ یہ تھا کہ قابل قدر اگر کوئی چیز ہے تو صرف وہ جس کا کوئی فائدہ میری ذات کو پہنچتا ہو یا میری ذات کے تصور میں کچھ وسعت پیدا ہو جائے۔ (۲۰)

عصرِ حاضر میں مغرب کی سماجی زندگی میں جو زبردست تبدیلی یہ ہو رہی ہے اس میں عجیب اخلاقیات جڑ پکڑتی جا رہی ہے اور اہم نظریہ یہ ہے کہ جو کچھ مفادِ عامہ میں ہے وہی ٹھیک ہے اس لیے معاشرے کی مادی خوش حالی پر براہ راست اثر انداز ہونے والی اقدار مثلاً فنی مہارت، حب الوطنی اور قوم پرستی کو مبالغہ آمیز طور پر فروغ دیا جا رہا ہے۔ جبکہ وہ تمام اقدار جن کی خالص اخلاقی بنیاد تھی مثلاً اولاد کی محبت، والدین کی محبت تیزی سے اپنی اہمیت کھو رہی ہے۔ کیونکہ ان سے معاشرہ کو کوئی مادی فائدہ نہیں پہنچتا۔ ماضی میں گروہ یا قبیلہ کی فلاح و بہبود کے لیے مضبوط خاندانی رشتوں کو فیصلہ کن حیثیت حاصل تھی اب ان کی جگہ اجتماعی ادارے لے رہے ہیں جن کی بہت سی شاخیں ہیں اور اس کو مشینی خطوط پر استوار کیا جا رہا ہے۔ اس میں بیٹے کو باپ کے ساتھ رویہ کی کوئی خاص مادی اہمیت نہیں ہے۔ جب تک کہ باپ بیٹا معاشرے کی معروف حدود کو نہ پھلانگیں اور ان حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے آپس میں ملیں اور برتیں اس وقت تک معاشرہ ان سے تعرض نہیں کرتا چنانچہ اس اخلاقی تنزل کا نتیجہ یہ نکلا کہ مغرب کا خاندانی نظام خاتمے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جب کہ مشینی معاشرے کا تصور عام ہو چکا ہے۔ (۲۱)

یورپ کی اصول پسندی اور خوش اخلاقی کی شہرت آہستہ آہستہ کم ہو رہی ہے اور اخلاقی جرائم کی رفتار خاصی تیز ہو رہی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ۱۹۸۴ء میں امریکہ میں دس ہزار ڈاکٹروں کے پاس جعلی ڈگریاں تھیں۔ اس کا انکشاف امریکی کانگریس میں ڈیموکریٹک رکن مسٹر کلارڈ پیپر نے کیا۔ انہوں نے بتایا کہ امریکہ میں پچیس ہزار ڈالر میں میڈیکل کی جعلی سند مل جاتی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں کو میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے قرضے دیئے گئے تھے۔ انہوں نے اس سے جعلی ڈگریاں خرید لیں اور اب یہ ڈاکٹر سرکاری اور پرائیویٹ ہسپتالوں میں پریکٹس کر رہے ہیں۔ جعلی ڈگریاں بیچنے کے الزام میں ایک شخص کو تین سال قید بھی ہوئی۔ اخلاقی جرائم ہی کے سلسلے میں یہ بات بھی منظر عام پر آئی ہے کہ امریکہ کے ہائی سکولوں میں ہر دوسرا طالب علم شرابی ہے، ہر چوتھا سگریٹ نوشی کرتا ہے اور ہر دسواں طالب علم حشیش استعمال کرتا ہے۔ (۲۲)

عائلی زندگی پر اثرات:

مغرب میں جدیدیت کے فروغ نے یورپ کے عائلی نظام کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ یوں سمجھ لیجئے کہ یورپ کا عائلی نظام تباہ و برباد ہو گیا۔ ایک سروے کے مطابق برطانیہ میں ایک چوتھائی گھرانوں میں روایتی کنبے رہتے ہیں باقی دو تہائی بغیر شادی کے اکٹھے رہتے ہیں یا تنہا زندگی گزارتے ہیں۔ (۲۳)

خاندانی نظام کے تباہ ہونے سے برطانیہ میں حرامی بچوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے ایک اندازے کے مطابق ۱۹۹۱ء میں بیس ہزار بچے ناجائز پیدا ہوئے۔ ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق ۱۹۹۱ء میں ایک لاکھ ۵۳ ہزار طلاقیں ہوئیں جبکہ حرامی بچوں کا تناسب ۳۲ فی صد ہے۔ (۲۴)

جب کہ ۲۰۰۶ء میں یہ تناسب بہت بڑھ گیا ماہرین کے مطابق پیدا ہونے والے ۳ بچوں میں ایک غیر شادی شدہ جوڑے سے پیدا ہوتا ہے۔[۴۵]

جدیدیت کے اثرات مسیحیت پر ہی کیوں؟

اس کے اسباب درج ذیل ہیں۔

۱۔ مسیحیت کے پاس ابتداء ہی سے حکمت الٰہی کا سرمایہ اور علم صحیح کا کوئی صاف سرچشمہ نہ تھا۔

۲۔ حضرت عیسیٰ کی جتنی بھی تعلیمات مغرب کے پاس پہنچی تھیں وہ سب کی سب تحریف شدہ تھیں۔

۳۔ اپنی اس کمزور کے عنصر کو ختم کرنے کے لیے مغرب نے یونانی اور رومی فلسفے کو سہارا بنایا۔

۴۔ رہبانیت کے جنون نے مادیت کو فروغ دیا۔

۵۔ ارباب کلیسیا کی عیش پرستی اور دنیاداری عوام الناس میں مذہب سے انحراف کا سبب بنی۔

۶۔ حکومت وکلیسا کی کشمکش نے قومی مزاج میں برہمی اور عدم توازن پیدا کیا۔[۴۶]

مسلم تہذیب پر جدیدیت کے اثرات:

تاریخ کے اوراق اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ عالم اسلام کی اندرونی طاقت اور اس کا سماجی ڈھانچہ اتنا مضبوط اور طاقت ور تھا کہ کوئی بھی قوم اور کوئی بھی تہذیب اس کو متاثر نہیں کر سکی۔ اسلامی سلطنت جو تین براعظموں تک پھیلی ہوئی تھی ہر وقت اندرونی و بیرونی دشمنوں سے گھری رہتی تھی کبھی تو صلیبی جنگوں کے صورت میں اور کبھی اندرونی خلفشار و بغاوتوں کی صورت میں اس تمام صورت حال کے باوجود اسلام کا سماجی ڈھانچہ ناقابل تسخیر رہا۔ البتہ اس نئی تہذیب (جدیدیت) نے اسلامی تہذیب پر کچھ اثرات مرتب کیے ہیں۔ ذیل میں اس کا ذکر تفصیل کے ساتھ ہے:

(i) مذہب پر اثرات:

جدیدیت نے اسلام کو تنقید کا نشانہ بنایا خصوصاً تین چیزوں پر تنقید کی۔ ان میں پہلا قرآن مجید ہے۔ مغرب نے قرآن مجید کو مقام حجیت سے ہٹا کر قابل بحث بنانے کی کوشش کیتا کہ اسلام کے اہم جزو میں تشکیک کا عنصر پیدا کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں میں ایک گروہ ایسا پیدا ہوا جس نے قرآن کی حجت کا انکار کر دیا۔

دوسرا حضور کی ذات اور سنت تھی، اس کو مستشرقین نے قابل بحث بنانے کی کوشش کی۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ آنحضور کی شخصیت کو مسلمانوں کے درمیانمتنازعہ بنا دیا جائے اور ان کے قول فعل کی حیثیت اور مقام مسلمانوں میں باقی نہ رہے۔ مسلم تہذیب پر اس کا اثر یہ ہوا کہ خود مسلمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے جنہوں نے آنحضور کی احادیث کا انکار کیا۔ اگر چہ وہ اپنے نظریات

کی بنیاد پر اسلام سے دور چلے گئے مثلاً غلام احمد پرویز اور مرزا غلام احمد قادیانی۔ یہ دونوں مغربی تہذیب کے پیدا کردہ تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ نبی کریم کی ذات پر کیچڑ اُچھالنا اور انہیں آخری نبی نہ ماننا۔ اسی طریقے سے عصر حاضر میں مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنی تحریروں میں سنت اور آنحضرت کے قول وفعل کا انکار کرتے ہیں اور ان کو حجت نہیں مانتے۔ جاوید احمد غامدی کے افکار سے بھی انکار حدیث کا رجحان ثابت ہوتا ہے۔ تیسرا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ جہاد کا اصل مقصد دنیا میں امن قائم کرنا تھا اور مغرب نے اس جزو کو کمزور کرنے کے لیے اس کو وحشیانہ فعل اور ظلم و بربریت قرار دیا اور مسلمانوں میں کئی ایسے افراد کو شہرت دی جو جہاد کو باطل قرار دیں۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے حکمرانوں کو اپنا زیرِ نگیں بنایا۔ ماضی بعید میں اکمال اتاترک اور ماضی قریب میں اس کی مثال پرویز مشرف ،جنہوں نے جہاد کی اصل روح کو ختم کرنے کی کوشش کی۔

تحریک استشراق کے مسلم تہذیب پر اثرات:

تحریک استشراق مختلف ادوار میں مسلمانوں پر اثر انداز ہوئی ہے اور اسلامی علوم اور تاریخ پر کئی قسم کے اثرات مرتب ہوئے ہیں چنانچہ اس تحریک نے اپنے ابتدائی مراحل میں اسلام کی مخالفت برائے مخالفت اور بے جا پروپیگنڈا کیا۔ اہل مغرب کو اسلام اور مسلمانوں سے متنفر کیا اور عیسائیوں اور یہودیوں کو مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار ہونے پر قائل کیا۔ جس کے نتیجے میں صلیبی جنگیں وقوع پذیر ہوئیں۔

جب مستشرقین نے مختلف عربی مصادر کو ترجمہ کر کے انگریزی میں منتقل کیا تو اس کے کئی اثرات ظاہر ہوئے۔

۱۔ ایک بہت بڑا ذخیرہ جو مخطوطات کی صورت میں تھا۔ بڑی کتابوں کی صورت میں چھپ کر محفوظ ہوگیا جس میں مذہب اسلام اور سائنس وٹیکنالوجی کی عربی کتب اور مخطوطات شامل تھے۔

۲۔ ان سائنسی علوم سے یورپ بہرہ ور ہو کر سائنس وٹیکنالوجی کی میں ترقی کی منازل طے کرتا ہوا دنیا کا نام نہاد حاکم بن گیا۔

۳۔ جب تحریک استشراق نے ترقی کی اور اسلام کے بنیادی ماخذ کے مطالعہ کے بعد قدرے حقیقت پسندانہ رویہ اپنایا تو بہت سے کم علم مسلمان ان سے متاثر ہوئے۔ خصوصاً برصغیر پاک و ہند کے علماء نے یہ اثر قبول کیا کہ ان میں سر سید احمد خان، عنایت اللہ مشرقی، غلام احمد پرویز، اسلم جیراج پوری، اور اسی طرح احمد امین مصری نے'' فجر الاسلام '' لکھ کر اور ابوریہ نے ''الاضواء علی السنہ المحمدیہ'' لکھ کر مستشرقین سے قبول کردہ اثرات کو اپنی کتابوں میں عام کیا۔

۴۔ جب اہل اسلام نے مستشرقین کی علمی مساعی کو تسلیم کرنا شروع کیا تو دوسری طرف یورپ کے غیر مسلموں نے بھی مستشرقین کی کتابوں کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ ان غیر مسلموں پر اسلام کو غلط انداز میں پیش کیا گیا۔

۵۔ مسلم اسکالرز کا استشراقی تحریروں کو مستند ذریعہ علم جاننا۔ مسلم ممالک میں موجود جامعات کے طلبہ اور اسکالرز مغربی مصنفین کے لٹریچر کو مستند سمجھتے ہیں چنانچہ اسی بارے میں سید ابوالحسن ندویؒ لکھتے ہیں:

''عالم اسلام اور ممالک عربیہ کی علمی کمزوری، پست ہمتی اور بے مائیگی کی کھلی دلیل ہے کہ یہ ممالک ایک طویل زمانے سے خالص اسلامی موضوعات پر مستشرقین کی کتابوں کو ماخذ و مرجع سمجھتے ہیں اور ان کے نزدیک ان کی یہ محققانہ کتابیں، کتاب مقدس کی حیثیت رکھتی ہیں''۔ (۲۷)

۶۔ دنیا کا تعلیمات اسلامی کے لیے مغربی جامعات کی طرف رجحان۔ چونکہ جدید دور میں مغربی لٹریچر کو مسلم اسکالرز کے ہاں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس لیے اسلامی ممالک کے اسکالرز اسلامی ملکوں کی جامعات کی طرف جانے کی بجائے مغربی یونیورسٹیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس وجہ سے مستشرقین ان اسکالرز کے اذہان میں خلاف اسلام اور اختلافی امور انڈیل دیتے ہیں۔

(ii) سیاست پر اثر:

یورپ نے جب تصورِ حریت و مساوات کے نظریے کو مسلم تہذیب میں عام کیا اور چونکہ اس نظریہ میں قدیم طرز زندگی اور ماحول کو یکسر بدلنے کے عوامل بتائے جا رہے تھے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم معاشرے میں ایک عام بے چینی اور بے دلی پھیل گئی۔ ان حالات کے خلاف دلوں میں نفرت، کراہت اور بغاوت کا لاوا پھوٹ پڑا۔ اسلامی ممالک میں جو آئے دن فوجی انقلابات اور بغاوتیں ہوتی رہتی ہیں اس کا راز دراصل یہی بے چینی اور بد دلی ہے۔ چنانچہ عالم اسلام میں ان انقلابات کے اثرات دوسرے ممالک کے مقابلے میں اس لیے بھی زیادہ ہیں کہ عالم اسلام میں ہزار کمزوریوں کے باوجود دینی شعور اور دینی جذبہ بہر حال موجود ہے جو احتجاج و بغاوت اور اصلاح حال کی عملی جدوجہد پر کسی نہ کسی وقت آمادہ کر دیتا ہے۔

جدیدیت کا ایک اور سب سے برا اثر یہ ہوا کہ تمام مسلم ممالک کی سربراہی ایسے نااہل لوگوں کے ہاتھ میں آ گئی جو مغرب کے ٹکڑوں پر پلتے تھے۔ اس کام کے لیے انہوں نے ان ممالک کے حکمرانوں کی آؤ بھگت کی انہیں مراعات دیں اور ان کی اعانت کی اور انہیں شہرت کا سامان فراہم کیا اور یہی وہ لوگ تھے جو فکری طور پر اسلام سے برگشتہ اور مغرب کے مطیع تھے۔ مغرب نے کبھی تو سوشل ازم کا نعرہ لگا کر اور کبھی جمہوریت کا نعرہ لگا کر اُمت مسلمہ کے حکمرانوں کو گمراہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلم سلطنت کے حکمران مغربی طرز سلطنت سے متاثر ہو گئے۔ حالانکہ مسلمانوں کے سامنے عظیم سلطنت کی مثالیں موجود تھیں۔ جمہوریت کا نعرہ لگا کر ایسے وڈیروں، جاگیرداروں اور مغرب کے پٹھو حکمرانوں کو مسلمانوں کا قائد بنا دیا گیا اور جمہوریت کی اصل روح کو مسخ کر کے رکھ دیا۔ پاکستان سمیت کئی اسلامی ممالک میں جمہوریت برائے نام ہے۔

(iii) معیشت پر اثر:

مغربی ممالک نے مسلم ممالک کو اپنا دست نگر اور اپنا محتاج بنا دیا۔ خاص طور پر ان ممالک کے عوام معاشی لحاظ سے اور معیار زندگی کے اعتبار سے بہت پست زندگی گزارتے ہیں جن ممالک میں آبادی زیادہ ہے۔ ان کا معیار زندگی اور بھی پست اور معاشی حالت

بھی بہت خستہ اور زبوں ہے۔ لیکن ان ممالک کی حکومتیں ترقی یافتہ مغربی حکومتوں کی پوری تقلید کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ ہر ملک میں بغیر کسی ضرورت کے لاتعداد سفارت خانے اور کونسل خانے موجود ہیں۔ پھر یہ سفارت خانے وہ تمام طریقے اختیار کرتے ہیں جو ان مغربی ممالک کے سفارت خانے اختیار کرتے ہیں۔ مسلم وعرب ممالک کے ان سفارت خانوں کی طرف سے مختلف تقریبات کے لیے شاہانہ دعوتوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ جن میں غریبوں سے جمع کی ہوئی دولت پانی کی طرح بہائی جاتی ہے۔ بالعموم ان سفارخانوں کو تبلیغ اسلام اور اپنے اخلاقی اصول اور معیار کے مظاہرہ اور ان ممالک کے مسلمانوں کے ہمت افزائی اور دینی راہنمائی سے کوئی سروکار نہیں ہوتا اور ان سے بہت کم علمی وثقافتی فائدہ پہنچتا ہے۔ (۲۸)

مغرب نے معیشت پر اس طرح قبضہ کیا کہ اُمت مسلمہ باوجود صاحب ثروت ہونے کے بھوک، ننگ اور معاشی بدحالی کا شکار ہے۔ ایسا بینکنگ نظام متعارف کرایا جس سے سودی نظام کو پنپنے کا موقع ملا۔ چنانچہ ان تمام تر ممالک کے مرکزی بینک اپنے اپنے ممالک میں اس نظام کی بڑی شدت سے تشہیر کر رہے ہیں۔ دوسرا اثر یہ ہوا کہ ان تمام ممالک کی جامعات میں اسلامی معیشت کی بجائے جدید معیشت پڑھائی جانے لگی۔ اس جدید معیشت میں سبق یہ دیا گیا کہ آپ نے تھوڑے وقت میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ اکٹھا کرنا ہے۔ سرمائے کو اکٹھا کرنے میں آپ تمام تر اخلاقیات کو بالائے طاق رکھیں۔ تاہم جدید ذرائع سے فائدہ اٹھا کر مسلمان اھل علم نے جدوجہد کی۔ بینکنگ کے نظام کا مطالعہ کیا اور اس پر لکھا۔ تیسرا اثر یہ ہوا کہ مسلم ممالک میں اسلامی بینکاری کو متعارف کرایا گیا۔ اس میں جدید ماہرین نے مضاربہ، مشارقہ کو مغربی بینکاری کے جامے میں ڈھالنے کی کوششیں کرنا شروع کر دیں۔

(iv) اخلاقیات پر اثر:

دوسرے شعبوں کی طرح جدیدیت نے اخلاقیات کے شعبہ کو بری طرح متاثر کیا۔ چنانچہ مسلم ثقافت نے مغرب کی ثقافتی اور لادینی یلغار کو اپنے معاشرے میں رائج کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ چنانچہ آج مسلم ممالک کے بڑے بڑے شہروں میں فحاشی، عریانی اور ناچ گانوں کا دور دورہ ہے اور المیہ یہ ہے کہ مسلم ممالک کی بڑی بڑی جامعات میں فحاشی، عریانی اور ناچ گانے کو باقاعدہ تعلیم کا حصہ بنادیا گیا ہے۔ جبکہ اسلام اس کی سخت ممانعت کرتا ہے۔ آئے روز اخبارات میں نت نئی بداخلاقیاں منظر عام پر آتی ہیں۔ جن کی اسلام میں شدید مذمت کی گئی ہے۔ اسلامی ممالک کے ٹیلیویژن بھی مغربی انداز میں چیزوں کو پیش کرتے ہیں۔

(v) معاشرت پر اثر:

اسلام نے اصلاح معاشرہ پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ معاشرے کی بنیادی اکائی خاندان ہے۔ چنانچہ مغرب نے اس روح کی ختم کرنے کے لیے کورٹ میرج، لو میرج اور مخلوط ٹیوں کو مسلم تہذیب میں عام کر دیا ہے اور اس کا اثر یہ ہوا کہ ہمارے خاندانی نظام میں دڑاڑیں پڑ چکی ہیں۔ والدین کا ادب واحترام اور معاشرتی حدود وقیود ناپید ہو چکی ہیں۔ نوجوان نسل مغربی میڈیا سے متاثر ہونے کے بعد اسلامی اقدار اور اپنے آباء کے طور طریقوں پر چلنے کو دقیانوسی سمجھتی ہے۔ دوسرا اثر یہ ہو کہ مسلمانوں نے اپنا رہن سہن اور بود وباش میں مغرب کی نقالی شروع کر دی۔ اسلامی ممالک کے ٹیلیویژن بھی مغربی انداز چیزوں کو پیش کرتے ہیں۔

مقاصد:

جدیدیت کے عنوان کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ مجموعی طور پر اس کے دو مقاصد ہیں۔

۱۔ لوگوں کو مذہب سے بیگانہ اور بدظن کیا جائے۔ عوام کے اذہان میں مذہب کی ایسی بھیانک تصویر پیش کی جائے کہ اگر وہ مذہب دشمن نہ بن سکیں تو کم از کم لبرل اور سیکولر ضرور بن جائیں۔

۲۔ مختلف مذاہب کی مقتدر اور معتبر شخصیات کو آپس میں لڑایا جائے۔ مذہبی کتابوں کے اوراق پھاڑ کر راتوں کو عام جگہوں پر یوں پھیلا دیے جائیں کہ یہ مخالف فرقے یا مذہب کی کارستانی دکھائی دے۔

آج بے شمار روشن خیال لوگ جو درحقیقت مغرب کے پروردہ ہیں ان کے خیال میں اسلام اپنے اندر وہ لچک نہیں رکھتا جو کہ ان کی آزادی کی متقاضی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ روشن خیالی کا مطلب صرف مادر پدر آزادی ہے۔

سیکولرازم، بے حیائی، بے راہ روی اور مساوات مرد وزن کا دور دورہ ہے اور ہر خلاف اسلام امر ان کے لیے روشن خیالی کا گمان پیدا کرتا ہے، لیکن ایک صاحب عقل کو سوچنا چاہیے کہ اسلام ہی سب سے زیادہ روشن خیال و روشن ضمیر اور معتدل دین ہے جس نے ادیان عالم کی قیود کو توڑ کر انسان کے سامنے وہ نمونہ زندگی رکھا جو روشن، قابل فہم اور قابل عمل ہے۔ جس میں حقوق و فرائض کا بھی تعین کر دیا گیا ہے اور انسانیت کی تکریم و فضیلت کا معیار بھی۔ لہٰذا اسلام مغرب کی اندھی روشن خیالی کی تردید کرتا ہے۔ اصل میں وہ روشنی جو حرا کے دامن سے نمودار ہوئی روشن ضمیری کا مظہر ہے۔ خود کو پہچاننا، خدا کی پہچان، کائنات کی پہچان ہی اصل میں روشن ضمیری کی طرف لے کر جاتے ہیں۔ قرآن سب سے پہلے روشن ضمیر کتاب ہے۔ جس کو ادیان عالم کی کتابوں پر فوقیت حاصل ہے۔

پوسٹ ماڈرن ازم:

جدیدیت کے دعوے داروں نے اپنے مخصوص نظریات کی Implementation کے لیے طاقت اور حکومت کا بے دریغ استعمال کیا اس کے نتیجہ میں بالکل وہی صورت حال پیدا ہوگئی جس طرح عہد وسطیٰ کے یورپ میں مذہبی روایت پسندی نے پیدا کی تھی اور جس کے ردعمل میں جدیدیت کی تحریک برپا ہوئی تھا۔ اس ظلم واستبداد کا لازمی نتیجہ شدید ردعمل کی شکل میں رونما ہوا۔ اور اسی ردعمل کو مابعد جدیدیت یا پس جدیدیت کہلاتا ہے (Post Modernism)۔

پوسٹ ماڈرن ازم کسی نظریہ کا نام نہیں ہے بلکہ اصل میں یہ اس عہد کا نام ہے جس سے ہم گزر رہے ہیں۔ حقیقت میں یہ ان کیفیتوں کا نام ہے جو اس عہد کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ دیکھنے میں تو یہ صرف دعویٰ ہے اور چونکہ وہ اپنے خیالات کی تائید میں کتابیں لکھ رہے ہیں۔ فلسفیانہ مباحث چھیڑ رہے ہیں۔ اور بحثیں کر رہے ہیں۔ اس لیے دنیا ان کے خیالات کو آئیڈیالوجی ماننے پر مجبور ہے۔

پوسٹ ماڈرن ازم نے عقل کی بالاتری، آزادی، جمہوریت، ترقی، آزاد بازار اور مارکسزم جیسے خیالات عالم گیر سچائیوں کی حیثیت سے پیش کیے۔ اب اس موجودہ زمانہ میں ان ساری خود ساختہ حقیقتوں کا جھوٹ واضح کر دیا۔ اس عہد میں جدیدیت

کے تمام دعوؤں کی عمارت ڈھادی گئی اور اس عہد کی یہ خصوصیت ہی پوسٹ ماڈرن ازم ہے۔ اس پوسٹ ماڈرن ازم نے چند خیالات کا پرچار کیا۔

پوسٹ ماڈرن ازم کے مطابق دنیا میں کسی آفاقی سچائی کا وجود نہیں ہے۔ بلکہ آفاقی سچائی کا تصور صرف یک خیالی تصور ہے۔ ماڈرن ازم کے دعوے داروں کے مطابق جمہوریت آزادی ومساوات، سرمایہ دارانہ نظام معیشت اور ٹیکنالوجیکل ترقی وغیرہ پر مبنی جو ماڈل یورپ میں اختیار کیا گیا، اس کی حیثیت ایک عالمی سچائی کی ہے اور ساری دنیا کو اپنی روایات چھوڑ کر ان عالمی سچائیوں کو قبول کرنا چاہیے۔ چنانچہ بیسویں صدی ہی میں ساری دنیا کو Modernize کرنے یا جدید بنانے کا پراجکٹ شروع ہوا۔ روایتی معاشروں سے کہا گیا کہ وہ صنعتیں قائم کریں، شہر بسائیں، آزادی کی قدروں کو نافذ کریں، جمہوری طرز حکومت اپنائیں۔ جدید ٹیکنالوجی کو اختیار کریں اواس طرح جدید بنیں کہ فلاح وترقی کا یہی واحد راستہ ہے۔ اگر ماڈرنائز کی تعریف Encyclopaedia of Britanica میں دیکھی جائے تو وہ یہی لکھتا ہے۔

وہی معاشرے جدید کہلائیں گے جو صنعتیں قائم کریں، شہر بسائیں، آزادی کی قدروں کو نافذ کریں، جمہوری طرز حکومت اپنائیں، جدید ٹیکنالوجی کو اختیار کریں اور اس طرح جدید بنیں کہ فلاح وترقی کا یہ واحد راستہ ہے۔

پوسٹ ماڈرن ازم کے نظریہ کے حاملین کے خیال کے مطابق دنیا کی کوئی حقیقت نہیں۔ ان کے نزدیک دنیا حقیقی اور ٹھوس اشیاء اور مناظر کی بجائے ایسے عکسوں (Images) اور مظاہر سے عبارت ہے جو غیر حقیقی ہیں۔ اس فکر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دنیا محض ایک ویڈیو گیم ہے جس میں اپنی پسند کی سچائیاں دیکھتے ہیں۔

پوسٹ ماڈرن ازم کے مطابق جمہوریت، ترقی، آزادی، مذہب، خدا، کمیونزم اور اس طرح کے دعوؤں کی وہی حیثیت ہے جو دیومالائی داستانوں اور عقیدوں کی ہے اس لیے پوسٹ ماڈرن ازم کے علم برداروں نے ان تمام دعوؤں کو عظیم بیانات یا عظیم داستانوں کا نام دیا چنانچہ اگر اس فکر کو دیکھا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ ادب، فنون لطیفہ، آرٹ، سماجی اصول وضابطے ہر جگہ ان کے نزدیک کچھ خودساختہ سچائیاں اور عظیم بیانات ہیں۔ جن کی رد تشکیل ضروری ہے۔

پوسٹ ماڈرن ازم کے اثرات:

(i) اس نظام نے سب سے پہلے اثر افکار ونظریات پر ڈالا اور ان کی بیخ کنی کی۔ افکار، نظریات اور آئیڈیالوجی سے لوگوں کی دلچسپی نہایت کم ہوگئی۔ اس لیے بعض مفکرین نے اس عہد کو نظریہ کے زوال کا عہد یا Age of no Ideology قرار دیا۔

(ii) مابعد جدیدیت کا دوسرا اثر یہ ہوا کہ لوگوں کے اندر وحدت ادیان کا نظریہ عام ہوا۔ پوسٹ ماڈرن ازم نے اس طرز فکر کو تقویت دی ہے۔ اب تمام دنیا میں لوگ بیک وقت سارے مذاہب کو سچ ماننے کے لیے تیار ہیں۔ جبکہ مذہبی بیزاری بھی آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہے۔ چنانچہ اس عہد کو لادینیت کے خاتمہ کا عہد بھی کہا جاتا ہے۔

(iii) قدروں کی اضافت کے نظریہ نے سماجی اداروں اور انضباطی عوامل کو بری طرح متاثر کیا۔ خاندانی نظام اور شادی بیاہ کے بندھنوں کا انکار ہے نہ اقرار۔ عفت، ازدواجی وفاداری کو ختم کر دیا گیا۔ عائلی نظام کو جڑ سے ختم کر دینے کی کوشش کی۔ ہر لحاظ سے آزادی کے تصور کا پرچار کیا۔ فیشن، لباس غرض یہ کہ ہر معاملے میں کوئی ضابطہ بندی گوارا نہیں ہے۔ مرد بال بڑھا سکتا ہے، چوٹی ڈال سکتا ہے۔ اسکرٹ پہن سکتا ہے۔ انٹرنیٹ پر اس طرز زندگی کے فروغ کے لیے ویب سائٹس، ہیلپ لائنز، ڈسکشن فورمز اور نہ جانے کیا کیا ہیں۔

(iv) سیاست میں قوم پرستی کے انکار کے فلسفہ کو عام کیا۔ ان کے نزدیک قوم، قومی مفاد، قومی تفاخر، قومی کردار، قومی فرائض، یہ سب عظیم بیانات ہیں اس نظام کا نقطۂ نظریہ ہے کہ ضرورت اور مفاد کے تحت افراد کسی بھی قسم کے دوسرے افراد سے تعامل کرتے ہیں اور اس طرح گروہوں کی تشکیل ہوتی ہے اور یہ تشکیل ضروری نہیں کہ قوم اور نسل کی بنیاد پر۔ [۲۹]

حوالہ جات

1. Elab.eserver.org/hfl0242.html.
2. Encyclopaedia of Americana, :19/311
3. Ibid
4. Ibid
5. Encyclopaedia of Religion, :10/11.
6. Encyclopaedia of Britanica, :24/255
7. Funk and Wagnalls New Encyclopaedia, :17/434

۸۔ مودودی، سیّد ابوالاعلیٰ، مسلمانوں کا ماضی، حال مستقبل کے آئینے میں، (ادارہ ترجمان القرآن لاہور) ص: ۱۵، ۱۶۔

۹۔ ایضاً ص: ۱۹۔

۱۰۔ محمد اسد، ملت اسلامیہ دوراہے پر ترجمہ "Islam at the cross roads" (دارالسلام، لاہور)، ص: ۴۷-۴۸۔

۱۱۔ ایضاً ص: ۵۰۔

۱۲۔ مجلّہ تحقیقات اسلامی، جدیدت اور مابعد جدیدیت، (ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ اپریل تا جون ۲۰۰۸) ص: ۳۹۔

۱۳۔ Islam at the Cross Road p.40.

۱۴۔ ندوی، سیّد ابوالحسن علی، انسانی زندگی پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، (مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۷۴ آٹھواں ایڈیشن) ص: ۲۸۴۔

۱۵۔ ماہنامہ ہمدرد صحت، کراچی اگست ۱۹۹۹ء، ص: ۱۳۔

۱۶۔ ندوی، ابوالحسن علی، انسانی زندگی پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر ص: ۲۹۵۔

۱۷۔ مجلّہ تحقیقات اسلامی، مضمون جدیدت اور مابعد جدیدیت، ص: ۳۹-۴۰۔

۱۸۔ ندوی، سیّد ابوالحسن، انسانی دنیا پر مسلماں کے عروج زوال کا اثر ص ۲۸۷-۲۸۸۔

۱۹۔ نوائے وقت، ۱۱/ اکتوبر ۲۰۰۱ء۔

۲۰۔ مجلّہ تحقیقات اسلامی، مضمون جدیدیت اور مابعد جدیدیت، ص: ۴۰۔

۲۱۔ علامہ محمد اسد، ملت اسلامیہ دوراہے پر، (مکتبہ دارالسلام، لاہور)، ص: ۴۹۔

۲۲۔ نوائے وقت ۲۰ ستمبر ۱۹۹۲ء۔

۲۳۔ جنگ، لاہور ۲۸ ستمبر ۱۹۹۱ء۔

۲۴۔ جنگ، لاہور ۱۰ دسمبر ۱۹۹۱ء۔

۲۵۔ ضرب مومن، ۲۸ اپریل ۲۰۰۶ء۔

۲۶۔ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر ص: ۲۵۰-۲۶۱۔

۲۷۔ اسلام اور مغربی مستشرقین، سیّد سلمان حسنی ندوی، (مجلس نشریات اسلام کراچی،) ص: ۱۶۔

۲۸۔ سیّد ابوالحسن، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، مجلس نشریات اسلام کراچی ص: ۲۱۳-۲۰۴۔

۲۹۔ مجلّہ تحقیقات اسلامی، مضمون جدیدت اور مابعد جدیدیت ص ۴۱-۴۸۔